بلند ترین میدان، بدترین موسم، بے رحم جنگ اور بے حسی

تحریر: سہیل احمد لون

وطن عزیز میں طبعی موت خاص طور پر متوسط اور غریب طبقے کے مرد و زن کیلئے کسی تحفے سے کم نہیں۔ کیونکہ گذشتہ چند برسوں سے ملکی حالات نے کچھ ایسی کروٹ بدلی ہے کہ حادثاتی اموات کی شرح میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ دہشت گردی کے واقعات ہوں یا ٹریفک کے حادثات، قدرتی آفات ہوں یا کسی پیسے والے کی ظلم کی چکی...... پستا ہمیشہ غریب ہی بنتا ہے۔ دنیا کے بلند ترین میدان جنگ سیاچن میں گیاری سیکٹر کے قریب برفانی تودا گرنے سے پاک فوج کے 124 جوانوں کے علاوہ 11 سولین بھی زندہ دب گئے۔ تا حال امدای کارروائیاں جاری ہیں امریکہ اور بھارت نے بھی امدای کارروائیوں میں حصہ ڈالنے کی آفر کی ہے۔ ابھی تک کسی معجزے کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ پہلے بھی کئی بار سیاچن میں برف کی یخ بستہ سفید چادر ہمارے جوانوں کا کفن بن چکی ہے۔ بلاشبہ ''فوج میں موج'' نہیں ہوتی کیونکہ فوج کے سپاہی کا مقصد صرف روزگار نہیں ہوتا بلکہ ملک و قوم کی حفاظت میں اپنی جان کی قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت جذبہ سے سرشار رہنا بھی ہوتا ہے۔ فوجی جوان کی زندگی ہی ,,کرو یا مرو،، کے اصول پر چلتی ہے۔ جہاں ہر بات کا جواب ,,یس سر،، ہی ہوتا ہے۔ فوج چاہے کسی ملک کا بھی ہو اس کی زندگی یعنی نوکری بڑی سخت ہوتی ہے مگر دنیا کے بلند ترین میدان جنگ جو سطح سمندر سے 20800 فٹ کی بلندی ہے اور جہاں درجہ حرارت منفی 70 سینٹی گریڈ ہوتا ہے وہاں پر دوہرے محاذ پر لڑنا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ جہاں بیک وقت بلند ترین میدان جنگ، بدترین موسم، بے رحم جنگ اور اپنوں کی بے حسی سب سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ سیاچن گلیشیر بلتستان کے شمال مشرق میں متنازع کشمیر کے علاقے پاکستان اور بھارت کی سرحد پر واقع ہے جو قطبین کے بعد دنیا کا دوسرا بڑا گلیشیر ہے۔ یہ برفانی پہاڑ بھارت کے تحفظ اور سلامتی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جس علاقے میں سیاچن واقع ہے اس کی سرحدیں پاکستان کے علاوہ چین سے بھی ملتی ہیں۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان 1949ء میں جو لائن آف کنٹرول طے ہوئی تھی اس میں سیاچن گلیشیر کی تحویل طے نہ ہوئی تھی۔ اصولی طور پر سیاچن کا علاقہ پاکستان کے زیر انتظام بلتستان میں شامل ہونے کے باعث پاکستان کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ شاید اسی لیے شملہ معاہدے میں بھی اس کا کوئی ذکر شامل نہ تھا۔ 1984ء میں بھارت نے اس پر قبضہ کر لیا تو پاکستانی فوج کے جوانوں کو ہمالیہ کی چوٹیوں پر مورچے بنانے پڑے۔ سیاچن میں 1984ء سے لیکر 2003ء تک پاک فوج کی بھارتی فوج سے کئی بار جنگ ہو چکی ہے مگر فوجی لڑائی میں اتنا جانی نقصان نہیں ہوا جتنا شدید موسم نے کیا ہے۔ یہاں امدادی کارروائیاں کرنے میں بھی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بدقسمتی سے یہ سرد ترین میدان جنگ دنیا کا مہنگا ترین میدان جنگ بھی ہے جس میں دنیا کے اس ملک کی فوج شامل ہے جہاں ایک عام آدمی کے پاس کھانے کو 2 وقت کی روٹی میسر نہیں۔ حیرانگی کی بات ہے کہ دنیا میں اسلحے کی پہلے پانچ بڑے خریداروں میں سارے ایشیائی ممالک ہیں۔ جن میں چین، بھارت، پاکستان، سنگاپور اور کوریا شامل ہیں۔ اسلحہ بیچنے والوں کی فہرست میں پہلے پانچ ممالک میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور روس کا نام آتا ہے۔ سیاچن میں پاکستان اور بھارت دونوں ممالک کا

پیسہ اور جانی نقصان گزشتہ کئی دہائیوں سے ہو رہا ہے۔ دونوں ممالک کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔اس وقت برف کے تودے تلے کئی قیمتی جانیں ضائع ہونے کا خدشہ ہے جہاں موسم سب سے بڑا دشمن ہے وہاں امدادی کارروائیاں کرنا بھی آسان نہیں ہوتا۔

گزشتہ برس چلی میں 33 کان کن کی جان بچانے کے لیے ریسکو آپریشن ساری دنیا کی توجہ کا مرکز بنا۔ جہاں پر بین الاقوامی میڈیا کے 2000 جرنلسٹ اپنے کیمپ لگا کر لمحہ بہ لمحہ رپورٹنگ کرتے نظر آئے۔ چلی کے صدر بھی وہاں پر موجود تھے۔اس واقعہ کی تشہیر مقامی میڈیا نے اس طرح کی کہ ساری دنیا کی نگاہیں ان پر مرکوز ہو گئیں۔ ہمارا میڈیا اور ملکی و فوجی سربراہان کو اس واقعہ کے فوراً بعد بین الاقوامی طور پر مدد کی اپیل کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ سیاچن میں موسم اور علاقہ ایسا ہے وہاں عام آدمی کی رسائی ممکن نہیں اس لیے وہاں پر صرف پیشہ وارانہ مہارت کے حامل افراد ہی مدد کر سکتے ہیں۔ ہمارے ملکی سربراہان جمہوریت کا کھوکھلا نعرہ لگا کر اقتدار کو طول دینے میں سرگرداں ہیں انھیں بھلا برف تلے دبے جوانوں سے کیا ہمدردی؟ ان کی جمہوریت کی تعریف بڑی سیدھی سادھی ہے، ''زر کی حکومت، زر کے ذریعے سے، زر کے لیے''۔ دوسری طرف چند جرنیلوں نے ملک کو بچانے کی بجائے ملک چلانے کی طرف زیادہ توجہ دی۔ جس سے آہستہ آہستہ ایسا ماحول بنتا جا رہا ہے کہ عوام میں فوج کی مقبولیت کا گراف گرنا شروع ہو گیا ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ برف کے نیچے دبے جوانوں کا تعلق بھی اسی متوسط اور غریب اکثریت سے ہے جو چند جرنیلوں اور سیاسی اکابرین کی ستم ظریفی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے جب کوئی جوان شہید ہوتا ہے اس کی میت کسی جے سی او یا کیپٹن کی قیادت میں لائی جاتی ہے۔ اعلیٰ قیادت تو بڑی دور کی بات کبھی کوئی بریگیڈیر یا اس سے سینئر افسر نے جنازے میں شرکت کی زحمت نہیں کی۔ یہی طبقاتی نظام اور عدم مساوات سول اداروں میں بھی نظر آتی ہے جہاں غریب کی جان کی کوئی قیمت نہیں۔ ایک سیاسی لیڈر کے مرنے پر سوگ کا اعلان کیا جاتا ہے مگر درجنوں غریب لوگ کسی دہشت گردی کا شکار ہو جائیں یا فوجی جوان اپنی ڈیوٹی پر جام شہادت نوش فرما جائیں کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ سرکاری یا نجی دورے ''سرکاری خرچ'' پر جاری و ساری رہتے ہیں۔ جس کی میڈیا بھی پل پل کی خبر بریکنگ نیوز کی شکل میں پیش کر کے اسی طبقاتی نظام کا حصہ دار ہونے کا بے شرمی سے مظاہرہ کر رہا ہوتا ہے۔ ان جرنیلوں، سرمایہ داروں اور سیاسی اکابرین کو برف کے نیچے دبے ان غریب جوانوں سے کیا دلی ہمدردی ہو سکتی ہے؟ انھیں تو قوم سے اجتماعی دعا کروانے کی اپیل کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی۔ برف کے تودے تلے ایک جوان کا جسم ہی ٹھنڈا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ایک گھر کا چولھا، بیوی کے ارمان، ماں، باپ کی امیدیں، بہن، بھائی کا پیار، بیٹی، بیٹے کا مستقبل بھی منجمد ہو جاتا ہے۔ جس سے ایک نسل کا نظام زندگی تباہ ہو جاتا ہے۔ ملکی نظام بہتر بنانے کے لیے طبقاتی دیوار کو توڑنا ہو گا یہ صرف اس وقت ہی ممکن ہو سکتا ہے جب ملک کی اکثریت یعنی متوسط اور غریب عوام آپس میں اتحاد کریں، اپنے حق کے لیے آواز اٹھائیں۔ اگر حالات ایسی ہی رہے تو کسی غریب کی ''طبعی موت'' پاکستان کی بریکنگ نیوز ہوا کرے گی۔ اور وہ وقت شاید ہم سب کیلئے انتہائی برا وقت ہو۔

تحریر: سہیل احمد لون